Physical Education, Health and Social Sciences

https://journal-of-social-education.org E-ISSN: 2958-5996

P-ISSN: 2958-5988

عرف، معاشرتی سیاق اور نبوی تشریعی خطاب: منتخب احادیث کا تاریخی و فقہی مطالعہ

Custom, Social Context, and Prophetic Legal Discourse: A Historical and Jurisprudential Study of Selected Hadiths

Dr. Waleed Khan[1], Moazam Hussain[2], Dr. Muhammed Abid Nadeem[3]

[1] Lecturer, Institute of Arabic & Islamic Studies, GC Woman university Sialkot. Email: waleedkhan764110.wk@gmail.com

[2] PhD Scholar NCBA & E. Email: doc.Moazam313@g.mail

[3] Associate Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University Lahore. Email: muhammadabid36@hotmail.com, dr.mabidnadeem@gcu.edu.pk

DOI: https://doi.org/10.63163/jpehss.v3i2.1753

Abstract

This study examines the complex relationship between custom (ʿurf), social context, and the legal discourse of the Prophet Muhammad (peace be upon him) through a historical and jurisprudential analysis of selected hadiths. Islamic law is often imagined either as an immutable corpus detached from history or, in some Orientalist accounts, as a retrospective projection of later practice onto the Prophet. This article contends that both overlook the dynamic relationship between revelation and the customary order of seventh-century Arabia: Prophetic legal discourse neither dissolved into custom nor stood aloof from it, but selectively retained, modified, or abrogated existing norms according to the criteria of justice, public interest, and the objectives of the Sharīʿa. Employing a historical-analytical and comparative methodology, the article analyses eight representative reports: the ruling on Hind bint ʿUtba's maintenance claim, the report on the measure of Medina and the weight of Mecca, the postponed reconstruction of the Kaʿba, the zakāt al-fiṭr measures and Muʿāwiya's reinterpretation, the adjudication on damage caused by livestock, the prohibition of garments of notoriety, the report on palm pollination, and the abolition of the usury of the Jāhiliyya. Drawing on classical authorities such as al-Qarāfī, Ibn al-Qayyim, al-Shāṭibī, Ibn ʿĀbidīn and Shāh Walī Allāh, alongside modern scholars such as Kamali, Hallaq, Johansen and Fazlur Rahman, the study develops a threefold typology of the Prophetic engagement with custom, namely affirmation (iqrār), modification (taʿdīl), and abrogation (ibṭāl), and proposes a decision framework that distinguishes normative legislation (tashrīʿ) from context-bound administration. The findings show that the maxim "custom is arbitrator" (al-ʿāda muḥakkama) is anchored in Prophetic practice itself, and that distinguishing the immutable from the variable requires attention to the text's social horizon, whose neglect yields both rigid literalism and arbitrary modernism. The article concludes by indicating its relevance for contemporary legal reasoning.

Keywords: Custom (ʿUrf), Social Context, Prophetic Legal Discourse, Hadith, Islamic Jurisprudence

تعارف

اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ابدی اصولوں اور متغیر تاریخی حالات کے مابین ایک متوازن رشتہ قائم کرتی ہے۔ وحی کا نزول کسی تہذیبی خلا میں نہیں ہوا بلکہ ساتویں صدی عیسوی کے جزیرۂ عرب کے اس مخصوص معاشرتی، معاشی اور قبائلی سیاق میں ہوا جہاں تجارتی معاہدات، ازدواجی روایات، دیت و ضمان کے قواعد، اوزان و مکائیل اور لباس و معاشرت کے آداب پہلے

سے موجود تھے۔[1] نبوی خطاب، خواہ وہ قول ہو، فعل ہو یا تقریر (سکوتِ موافقت)، انہی اعراف کے مابین مخاطبت کرتا ہے، اس لیے اس کے فہم کے لیے متن کے ساتھ ساتھ اس کے معاشرتی افق کا ادراک ناگزیر ہے۔ ابن خلدون نے اسی حقیقت کی طرف متنبہ کرتے ہوئے لکھا کہ اقوام کے احوال اور ان کے رسوم و عادات ایک ہی روش پر قائم نہیں رہتے بلکہ ایام و ازمنہ کے ساتھ ایک حال سے دوسرے حال کی جانب منتقل ہوتے رہتے ہیں۔[2]

اس مسئلے پر دو متقابل رویے پائے جاتے ہیں۔ پہلا رویہ لفظیت پسند ہے جو ہر حدیث کے مضمون کو زمان و مکان سے ماورا ایک مستقل تشریعی حکم سمجھتا ہے؛ دوسرا تاریخیت پسند ہے جس کی نمائندگی جوزف شاخت اور اگناز گولڈزیہر جیسے مستشرقین کرتے ہیں اور جس کے مطابق احادیثِ احکام دراصل بعد کے فقہی و معاشرتی ارتقاء کا نبی اکرمﷺ کی طرف اسقاط (retrojection) ہیں۔[43] مقالے کا بنیادی مقدمہ (Thesis) یہ ہے کہ یہ دونوں رویے وحی اور عرف کے مابین اس متحرک رشتے کو نظر انداز کرتے ہیں جس میں نبوی خطاب نے نہ تو عرف میں تحلیل ہو کر اپنی تشریعی حیثیت کھوئی اور نہ اس سے بے نیاز رہ کر معاشرتی حقیقت سے منہ موڑا، بلکہ عدل، مصلحت اور مقاصدِ شریعت کے معیار پر اعراف کو منتخب طور پر برقرار رکھا، ترمیم کی یا منسوخ کیا۔

اس مقدمے کی تنقیح کے لیے تین بنیادی سوالات مقالے کا محور ہیں: اول، قرآن و سنت نے عرف کو کس حد تک اور کن شرائط کے ساتھ تشریعی اعتبار عطا کیا؟ دوم، منتخب احادیث میں نبوی تشریعی خطاب اور معاشرتی سیاق کا باہمی تعلق کس نوعیت کا ہے؟ سوم، کیا قرافی، شاہ ولی اللہ اور ابن عاشور کی تصرفاتِ نبوی کی درجہ بندی کے ذریعے ثابت اور متغیر کے مابین ایک معتبر منہجی امتیاز قائم کیا جا سکتا ہے؟

منہجی اعتبار سے یہ تحقیق تاریخی و تحلیلی، تقابلی اور اصولی طریقِ کار کو جمع کرتی ہے۔ احادیث کے انتخاب میں دو معیار ملحوظ رہے: ایک یہ کہ وہ صحیحین یا سننِ اربعہ میں مروی ہوں، دوسرے یہ کہ ان کا موضوع کسی نہ کسی معاشرتی عرف سے براہ راست متعلق ہو۔ ہر مبحث میں مقدمہ، دلیل، اعتراض اور تطبیق کی ترتیب اختیار کی گئی ہے۔[5]

سابقہ علمی ذخیرے میں عرف پر کام بنیادی طور پر اصولی و قواعدی نوعیت کا ہے؛ ابن عابدین کا رسالہ نشر العرف، مجلۃ الاحکام العدلیہ کے قواعد اور محمد ہاشم کمالی کی اصولِ فقہ پر تصنیف اس سلسلے کی نمایاں مثالیں ہیں۔[76] گیڈیون لبسن اور بابر جوہانسن نے عرف کے ارتقاء اور فقہی استدلال میں

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، تحقیق: سید سابق (بیروت: دار الجیل، 2005ء)، جلد اول، مخاطب اقوام کی عادات کی رعایت کا مبحث۔

[2] Ibn Khaldūn, The Muqaddimah: An Introduction to History, trans. Franz Rosenthal, 2nd ed., 3 vols. (Princeton, NJ: Princeton University Press, 1967), vol. 1, Introduction, on the changing conditions and customs of nations.

[3] See Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence (Oxford: Clarendon Press, 1950), esp. the chapters on the “living tradition” and the projection of doctrine back to authorities.

[4] See Ignaz Goldziher, Muslim Studies, ed. S. M. Stern, trans. C. R. Barber and S. M. Stern, 2 vols. (London: George Allen & Unwin, 1967–71), vol. 2, the studies on the development of hadith.

[5] See Jonathan A. C. Brown, Hadith: Muhammad’s Legacy in the Medieval and Modern World (Oxford: Oneworld, 2009), the discussion of the hadith canon and its critical sciences.

[6] محمد امین ابن عابدین شامی، نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، مشمولہ: مجموعۃ رسائل ابن عابدین (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، رسالہ کا ابتدائی حصہ۔

[7] Mohammad Hashim Kamali, Principles of Islamic Jurisprudence, 3rd ed. (Cambridge: Islamic Texts Society, 2003), the chapter on custom (ʿurf).

اس کے کردار کا تاریخی جائزہ لیا ہے،[98] جبکہ فضل الرحمن اور خالد ابو الفضل نے متن کی تفہیم میں معاشرتی سیاق اور مفسر کی اتھارٹی کے مسائل اٹھائے ہیں۔[1110] تاہم منتخب احادیث کو عرف، سیاق اور تصرفاتِ نبوی کی درجہ بندی کے مشترکہ تناظر میں پرکھنا وہ علمی خلا ہے جسے یہ مقالہ پُر کرتا ہے۔

عرف: مفہوم، اقسام اور قرآنی بنیادیں

لغوی و اصطلاحی تحقیق

لغت میں عرف کا مادہ (ع۔ر۔ف) ہے جس کے بنیادی معنی تسلسل، سکون اور شناخت کے ہیں؛ جس شے سے نفوس مانوس ہو کر مطمئن ہو جائیں وہ معروف کہلاتی ہے اور اس کی ضد منکر ہے۔ اصطلاحِ فقہ میں ابن عابدین کے بقول عرف وہ طریقہ ہے جو نفوس میں راسخ ہو گیا ہو اور سلیم الطبع لوگوں نے اسے قبولیت کے ساتھ اختیار کیا ہو۔[12] بعض اہلِ اصول عادت کو عرف سے عام تر قرار دیتے ہیں کیونکہ عادت فرد کی بھی ہو سکتی ہے، جبکہ عرف جماعتی اور اجتماعی رویے کا نام ہے؛ تاہم احناف اور مجلۃ الاحکام کے شارحین کے ہاں دونوں کا استعمال عملاً متداخل ہے۔[13]

عرف کی اقسام

عرف کی تقسیم تین بنیادوں پر کی جاتی ہے: موضوع، دائرۂ اطلاق اور شرعی قبولیت۔ ان تقسیمات کا خلاصہ مندرجہ ذیل جدول میں پیش کیا گیا ہے۔

بنیادِ تقسیم	قسم	مفہوم	فقہی مثال
موضوع	عرفِ قولی	کسی لفظ کا کسی خاص معنی میں رائج ہو جانا	قسم کھانے میں لفظِ گوشت سے مچھلی کا عرفاً خارج سمجھا جانا
	عرفِ عملی	کسی عمل کا معاشرے میں مسلسل رواج پا جانا	بیع تعاطی، یعنی صریح ایجاب و قبول کے بغیر لین دین
دائرۂ اطلاق	عرفِ عام	تمام علاقوں اور طبقات میں یکساں رائج	عقدِ استصناع کا عمومی رواج
	عرفِ خاص	کسی علاقے یا پیشے تک محدود	مہر کی معجل و مؤجل تقسیم میں علاقائی دستور
شرعی قبولیت	عرفِ صحیح	جو نص یا مقصدِ شرع سے متصادم نہ ہو	نفقہ کی بالمعروف تعیین
	عرفِ فاسد	جو نصِ قطعی یا مقاصدِ شرع کے منافی ہو	سودی لین دین کا رواج اور اسراف پر مبنی رسوم

جدول 1: عرف کی اقسام اور ان کی فقہی مثالیں (مصنف کی اپنی تدوین)

---

[8] Gideon Libson, “On the Development of Custom as a Source of Law in Islamic Law,” Islamic Law and Society 4, no. 2 (1997), 131–55.

[9] See Baber Johansen, Contingency in a Sacred Law: Legal and Ethical Norms in the Muslim Fiqh (Leiden: Brill, 1999), the chapters on the contingency of legal norms and the role of custom.

[10] See Fazlur Rahman, Islamic Methodology in History (Karachi: Central Institute of Islamic Research, 1965), the chapters on the Sunna and its living interpretation.

[11] See Khaled Abou El Fadl, Speaking in God’s Name: Islamic Law, Authority and Women (Oxford: Oneworld, 2001), the chapters on authoritarian and authoritative readings.

[12] ابن عابدین، نشر العرف، رسالہ کا ابتدائی حصہ، تعریفِ عرف و عادت۔

[13] Kamali, Principles of Islamic Jurisprudence, the chapter on custom (ʿurf).

قرآنی اساس

قرآنِ کریم میں اصطلاحی عرف کا لفظ تو نہیں آیا، مگر معروف کی تعبیر نے اسے ایک معیاری اور معاشرتی بنیاد فراہم کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿**خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ**﴾ (اے نبیﷺ! درگزر اختیار کیجیے، معروف کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کش رہیے)۔[1514] مفسرین کے ہاں یہاں عرف سے مراد ہر وہ خصلتِ حسنہ ہے جسے عقول پسند کریں اور نفوس مطمئن ہوں؛ اس لیے آیت کی دلالت عرف کی اصطلاحی حجیت پر صریح نہیں بلکہ استدلالی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ابن کثیر اور مودودی جیسے مفسرین اس کی تفسیر اخلاقی ہدایت کے طور پر کرتے ہیں۔[1716]

اس کے برعکس بعض آیاتِ احکام میں مقدار اور کیفیت کی تعیین براہ راست معاشرتی معیار کے سپرد کی گئی ہے۔ مثلاً ارشاد ہے، ﴿**وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ**﴾ (اور جس کا بچہ ہے اس پر ان ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق واجب ہے)،[1918] اور کفارۂ یمین کے باب میں فرمایا، ﴿**فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ**﴾ (اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو)۔[2120] امام قرطبی نے نقل کیا ہے کہ فقہاء نے اوسط کی تعیین میں علاقوں کے رہن سہن کے فرق کا اعتبار کیا ہے، گویا قرآن نے مقدار کو معاشرتی سیاق کے تابع رکھ کر خود عرف کے لیے ایک تشریعی گنجائش پیدا فرمائی۔

معاشرتی سیاق اور نبوی تشریعی خطاب

نزولِ وحی کے وقت عرب معاشرے کی ساخت

مکی معاشرہ تجارتی قافلوں، قبائلی حلف اور عصبیت کے ڈھانچے پر قائم تھا، جبکہ مدنی معاشرہ زرعی معیشت، کھجور کے باغات اور بیعِ سلم جیسے معاہدات سے عبارت تھا۔[22] ابن خلدون کے نظریۂ عصبیت کی روشنی میں دیکھا جائے تو معاشرتی عادات محض رسمی نہیں تھیں بلکہ قبائلی بقا کے نظام کا حصہ تھیں، چنانچہ وحی نے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا۔ دورِ جاہلیت میں ادائیگی کے وقت قرض کو دوگنا کرنے کا رواج (ربا الجاہلیہ) بھی تھا، اور تجارتی ناپ تول کے معیار بھی؛ دونوں کے ساتھ نبوی خطاب کا معاملہ بالکل مختلف رہا۔

اقرار، تعدیل اور ابطال: نبوی موقف کی تثلیث

سنتِ نبوی کے استقراء سے عرف کے ساتھ تین واضح رویے سامنے آتے ہیں: اقرار (برقرار رکھنا)، تعدیل (شرائط کے ساتھ ترمیم) اور ابطال (کالعدم قرار دینا)۔ اقرار کی مثال عزل کا معاملہ ہے جس کے متعلق حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن کے نزول کے دور میں عزل کرتے تھے اور اس سے روکا نہیں گیا؛[23] تعدیل کی مثال بیعِ سلم ہے جس میں مدینہ کے رواج کو ناپ، وزن اور مدت کی

---

[14] القرآن الکریم، سورۃ الاعراف 7:199۔

[15] ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق: احمد البردونی و ابراہیم اطفیش (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964ء)، ذیل آیت 7:199۔

[16] اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد سلامہ (ریاض: دار طیبۃ، 1999ء)، ذیل آیت 7:199۔

[17] سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، س ن)، سورۃ الاعراف، حاشیہ بر آیت 199۔

[18] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2:233۔

[19] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، س ن)، ذیل آیت 2:233۔

[20] القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ 5:89۔

[21] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ذیل آیت 5:89۔

[22] Ibn Khaldūn, Muqaddimah, vol. 1, chap. 2, on bedouin civilization and group feeling (ʿaṣabiyya).

[23] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، کتاب النکاح، حدیث 1440۔

تعیین کی شرط کے ساتھ جائز رکھا گیا؛[24] اور ابطال کی مثال خطبۂ حجۃ الوداع کا وہ اعلان ہے کہ جاہلیت کا ہر معاملہ میرے قدموں تلے ہے اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا۔[25] خلاصہ جدول 2 میں ہے۔

موقف	مفہوم	نمائندہ شواہد
اقرار	رائج عرف کو بلا ترمیم برقرار رکھنا	عزل پر سکوت (مسلم 1440)؛ نفقہ بالمعروف (بخاری 5364)
تعدیل	عرف کو شرائط یا ضوابط کے ساتھ قبول کرنا	بیعِ سلم میں کیل، وزن اور اجل کی تعیین (بخاری 2239)؛ مکیالِ مدینہ (ابوداؤد 3340)
ابطال	عدل و مقاصد کے منافی عرف کو کالعدم کرنا	ربا الجاہلیہ کا خاتمہ (مسلم 1218)

جدول 2: عرف کے ساتھ نبوی موقف کی تثلیث (مصنف کی اپنی تدوین)

تاریخیت پسند مکتب کا استدلال یہ ہے کہ ان تمام احادیث کو بعد کی فقہی عملیات کا نتیجہ سمجھا جائے۔ اس اعتراض کا ایک علمی جواب یہ ہے کہ ابطال کی روایات ہی اس مفروضے کی نفی کرتی ہیں، کیونکہ جو حکم قائم عرف کو توڑ دے وہ عرف کا عکس نہیں ہو سکتا؛ مزید برآں مدینہ کے عملِ اہلِ مدینہ پر تحقیق اور ہارالڈ موتسکی کے مطالعات نے ابتدائی فقہ کے ماخذ کے بارے میں شاخت کے تشکیک آمیز نتائج کو محدود کیا ہے۔[26][27][28] اس لیے راجح موقف یہ ہے کہ عرف نبوی تشریع کا مادہ تو ہے مگر اس کا معیار نہیں۔

منتخب احادیث کا تحلیلی مطالعہ

حدیثِ ہند بنت عتبہؓ: نفقہ بالمعروف

حضرت ہند بنت عتبہؓ نے نبی اکرمﷺ سے شکایت کی کہ ابو سفیانؓ بخیل آدمی ہیں اور مجھے اتنا نہیں دیتے جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو، تو آپﷺ نے فرمایا، «خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ» (اتنا لے لو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو دستور کے مطابق کافی ہو)۔[29][30] اس حدیث کی اولین تشریعی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کوئی مقررہ عددی مقدار نہیں دی گئی، بلکہ کفایت کو بالمعروف کے سپرد کر دیا گیا؛ یوں نفقہ کی مقدار کا تعین ہر معاشرے کے معیارِ زندگی کے ساتھ متحرک رہتا ہے۔ دوسری خصوصیت اس کی تصرفی نوعیت ہے۔ قرافی نے اسے فتویٰ قرار دیا ہے نہ کہ قضاء، کیونکہ آپﷺ نے ابو سفیانؓ کی سماعت کیے بغیر جواب دیا، اور اسی بنا پر ایک مستحق کے لیے اپنا حق بغیر عدالتی فیصلے کے وصول کرنے کی گنجائش نکلتی ہے۔[31] ابن حجر نے فتح الباری میں اس مسئلے میں اہلِ علم

---

[24] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب السلم، حدیث 2239۔

[25] مسلم، صحیح مسلم، حدیث 1218۔

[26] See Yasin Dutton, The Origins of Islamic Law: The Qurʾan, the Muwaṭṭaʾ and Madinan ʿAmal (Richmond, UK: Curzon Press, 1999), the chapters on Madinan ʿamal and the Muwaṭṭaʾ.

[27] See Harald Motzki, The Origins of Islamic Jurisprudence: Meccan Fiqh before the Classical Schools, trans. Marion H. Katz (Leiden: Brill, 2002), the chapters on Meccan fiqh and the Muṣannaf of ʿAbd al-Razzāq.

[28] See Muhammad Mustafa Azami, On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence (Riyadh: King Saud University, 1985), the chapters on Schacht's thesis of the projection back.

[29] بخاری، صحیح البخاری، حدیث 5364۔

[30] مسلم، صحیح مسلم، حدیث 1714۔

[31] شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی، الاحکام فی تمییز الفتاوی عن الاحکام و تصرفات القاضی والامام، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدہ (بیروت: دار البشائر الاسلامیۃ، 1995ء)، فتویٰ اور قضاء کے فرق کی بحث۔

کے اختلاف کو بیان کیا ہے کہ آیا یہ فتویٰ تھا یا قضاء۔[32] اگر اسے قضاء مانا جائے تو اس سے انفرادی حق گیری کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے؛ اگر فتویٰ مانا جائے تو معروف کی تعیین ہر مفتی کے اجتہاد پر مبنی ہوگی۔ ان دونوں احتمالات کا تقابل یہ بتاتا ہے کہ معروف ایک قانونی معیار ہے جس کی اپنی عملی حدود ہیں، اور بابر جوہانسن کی تعبیر میں شرعی احکام کا یہ لچکدار پہلو فقہ کی داخلی ساخت میں شامل ہے۔[33]

المكيال مكيال أهل المدينة»: پیمانوں کا معاشرتی تعین

ابوداؤد کی روایت میں آتا ہے، «الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَالْوَزْنُ وَزْنُ أَهْلِ مَكَّةَ» (ناپ مدینہ والوں کی معتبر ہے اور وزن اہلِ مکہ کا)۔[34] اس کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ مکہ سونے چاندی کے لین دین اور تجارتی وزن کا مرکز تھا، جبکہ مدینہ میں زرعی اجناس کے ناپ (صاع و مد) رائج تھے۔ اس حدیث کے ذریعے شارع نے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور ربوی اجناس جیسے احکام کے لیے اس معاشرتی معیار کو شرعی اکائی کا درجہ دیا جو اس وقت مستقر تھا۔ مشہور ہے کہ امام ابو یوسف نے مدینہ میں اہلِ مدینہ کے صاع کے مشاہدے کے بعد امام ابو حنیفہ کے موقف سے رجوع کیا، جو عملِ اہلِ مدینہ کے استدلالی وزن کو ظاہر کرتا ہے۔[35]

صدقۃ الفطر: منصوص اجناس اور معاشی تبدیلی

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرمﷺ کے زمانے میں صدقۂ فطر ایک صاع کھانے یا جو یا کھجور یا پنیر یا کشمش سے ادا کرتے تھے۔[36] ان اجناس کی فہرست دراصل مدینہ کی معاشی غذا کا عکس ہے۔ حضرت معاویہؓ کے دور میں شام کی گندم کے متعارف ہونے پر انہوں نے دو مد گندم کو ایک صاع کھجور کے برابر قرار دیا، جبکہ حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا کہ میں تو اسی طرح ادا کرتا رہوں گا جیسے پہلے کرتا تھا۔[37] یہ اختلاف دراصل لفظیت اور سیاق شناسی کے مابین بحث کا اولین صحابی نمونہ ہے۔ احناف نے اس کے بعد قیمت (value) کی ادائیگی کو جائز قرار دیا، جبکہ جمہور فقہاء نے منصوص غذائی اجناس کی پابندی کو ضروری سمجھا۔[38] اس کا تطبیقی حل مقصدِ حدیث میں مضمر ہے، چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق صدقۂ فطر روزہ دار کے لیے لغو و رفث سے پاکیزگی اور مساکین کے لیے طعام کی حیثیت رکھتا ہے۔[39] جہاں فقراء کی ضرورت نقد سے بہتر پوری ہو وہاں قیمت کا اعتبار مقصد سے قریب تر ہے، اور جہاں غذائی جنس ہی بنیادی ضرورت ہو وہاں جنس کی ادائیگی۔

لولا حدثان قومك»: مصلحتِ معاشرت کے لیے ترکِ مشروع

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم جاہلیت سے نئی نئی نکلی نہ ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا کر اسے بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرتا اور اس کے دو دروازے

---

[32] احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری (بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ)، کتاب النفقات، شرح حدیث 5364۔

[33] See Johansen, Contingency in a Sacred Law, the discussion of the legal and ethical norms determined by maʿrūf.

[34] ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س ن)، کتاب البیوع، حدیث 3340۔

[35] محمد امین ابن عابدین شامی، رد المحتار علی الدر المختار (بیروت: دار الفکر، 1992ء)، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر۔

[36] بخاری، صحیح البخاری، حدیث 1506۔

[37] مسلم، صحیح مسلم، حدیث 985۔

[38] برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر۔

[39] ابوداؤد، سنن ابی داؤد، حدیث 1609۔

بناتا۔[4140] امام بخاری نے اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ بعض اختیار شدہ امور کو اس اندیشے سے چھوڑ دینا کہ لوگوں کی سمجھ ان سے قاصر رہے گی، گویا حدیث کو اجتماعی نفسیات اور نو مسلم معاشرے کی استعداد کے تناظر میں سمجھا گیا ہے۔ بعد کی تاریخ نے اس کی تصدیق کی؛ ابن زبیرؓ نے کعبہ کو بنائے ابراہیمی پر تعمیر کیا مگر حجاج بن یوسف نے اسے پھر پرانی حالت پر لوٹا دیا، اور روایت ہے کہ امام مالک نے خلیفہ کو کعبہ کے انہدام سے اس لیے روکا کہ وہ بادشاہوں کا کھیل بن جائے گا۔[42] اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ نبوی خطاب میں بعض فیصلے احکامِ شرعیہ کی بجائے سیاسی و معاشرتی حکمتِ عملی (امامت) کے دائرے میں آتے ہیں، اور ان کی مستقل تشریعی حیثیت سیاق کی تبدیلی کے ساتھ بدل سکتی ہے۔

حدیثِ حوائط و ماشیہ: ضمان میں عرفِ حفاظت

حضرت براء بن عازبؓ کی اونٹنی ایک باغ میں داخل ہو کر اسے نقصان پہنچا بیٹھی تو رسول اللہﷺ نے فیصلہ فرمایا، «أَنَّ حِفْظَ الْحَوَائِطِ بِالنَّهَارِ عَلَى أَهْلِهَا، وَأَنَّ حِفْظَ الْمَاشِيَةِ بِاللَّيْلِ عَلَى أَهْلِهَا» (باغات کی حفاظت دن کو باغ والوں کے ذمے اور مویشیوں کی حفاظت رات کو مویشی والوں کے ذمے ہے)۔[4443] یہاں ضمان کا تعین زرعی معاشرے کے رائج عرفِ حفاظت پر قائم ہے۔ اس کے برعکس احناف نے اس روایت کی سند میں ارسال کے کلام کے باعث «الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ» (بے زبان جانور کا نقصان رائیگاں ہے) کو ترجیح دی،[45] جبکہ مالکیہ، شوافع اور حنابلہ نے حدیثِ براء پر عمل کیا۔[46] اس اختلاف سے مسئلے کی دوہری جہت سامنے آتی ہے: ایک سندی اور دوسری سیاقی؛ سندی اختلاف کے باوجود اس فیصلے کا جوہر یہ ہے کہ ضمان کا مدار اس معاشرتی ڈھانچے پر ہے جس میں ذمہ داری کا تعین کیا جا رہا ہے۔ موجودہ شہری معاشرے میں ٹریفک، مویشی بانی اور شہری حدود کی بدلی ہوئی نوعیت اسی اصول پر نئے عرفِ حفاظت کی تعیین کا تقاضا کرتی ہے۔

ثوبِ شہرت: عرف کی نسبیت

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔[4847] شارحین کے نزدیک شہرت کا لباس وہ ہے جس سے مقصود لوگوں میں نمایاں ہونا ہو، خواہ وہ نفیس ہو یا گھٹیا، اور اسی بنا پر یہ تعین ہر علاقے کے رائج لباس سے مربوط ہے۔[49] چنانچہ حدیث کا مدار لباس کی کسی معین ہیئت پر نہیں بلکہ نیتِ نمود اور معاشرتی نسبت پر ہے۔

تأبیرِ نخل: «أنتم أعلم بأمر دنياكم»

مدینہ میں کھجور کی تابیر (پیوندکاری) کے بارے میں نبی اکرمﷺ کی رائے پر عمل کے نتیجے میں پیداوار کم ہوئی تو آپﷺ نے فرمایا، «أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ» (تم اپنے دنیاوی امور کو زیادہ جانتے

---

[40] بخاری، صحیح البخاری، حدیث 126۔
[41] مسلم، صحیح مسلم، حدیث 1333۔
[42] یحییٰ بن شرف نووی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1392ھ)، کتاب الحج، شرح حدیث 1333۔
[43] ابوداؤد، سنن ابی داؤد، حدیث 3570۔
[44] ابن ماجہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی (قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیۃ، س ن)، کتاب الاحکام، حدیث 2332۔
[45] بخاری، صحیح البخاری، حدیث 1499۔
[46] مرغینانی، الہدایۃ۔
[47] ابوداؤد، سنن ابی داؤد، حدیث 4029۔
[48] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث 3606۔
[49] محمد بن علی شوکانی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار (قاہرہ: دار الحدیث، 1993ء)، کتاب اللباس والزینۃ، شرح حدیث شہرت۔

ہو)۔[50] امام نووی کے مطابق علماء نے اس قول کو ایسے ظن پر محمول کیا ہے جس کا تعلق دنیاوی معاش سے تھا نہ کہ تشریعی احکام سے۔[51] یہ حدیث وحی سے متعلق تبلیغِ رسالت اور تجرباتی دنیاوی آراء کے مابین واضح خطِ امتیاز کھینچتی ہے اور اگلے مبحث میں مذکور تصرفاتِ نبوی کی درجہ بندی کی نصوصی بنیاد ہے۔

تشریعی خطاب کی درجہ بندی: قرافی، شاہ ولی اللہ اور ابن عاشور

تصرفاتِ نبوی کی تقسیم کا کلاسیکی نظریہ شہاب الدین قرافی نے پیش کیا جس کے مطابق آپﷺ کے اقوال و افعال چار حیثیتوں سے صادر ہوتے ہیں: تبلیغ، فتویٰ، قضاء اور امامت (سربراہِ ریاست کی حیثیت)۔[5352] ان کے نزدیک ان میں فرق کا ادراک اس لیے ضروری ہے کہ ہر حیثیت کا شرعی اثر مختلف ہے: تبلیغ و فتویٰ عام الزام کی صلاحیت رکھتے ہیں، قضاء مخصوص تنازعے تک محدود ہے اور امامت مصلحتِ عامہ کے تابع انتظامی فیصلہ ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے اسی طرح سنت کو دو حصوں میں تقسیم کیا: ایک وہ جو تبلیغِ رسالت کے باب سے ہے، اور دوسرا وہ جو تبلیغِ رسالت کے باب سے نہیں مثلاً طب، عادات اور وہ آراء جو آپﷺ نے عربی معاشرے کے رائج طریقوں کے مطابق اختیار فرمائیں۔[54] ابن عاشور نے اس تقسیم کو وسعت دے کر تصرفاتِ نبوی کی بارہ اقسام تک پہنچایا جن میں تشریع، فتویٰ، قضاء، امارت، صلح، اشارہ بر مستشیر، نصیحت اور تادیب شامل ہیں۔[55]

حیثیت	شرعی اثر	مثال	عرف سے نسبت
تبلیغ و تشریع	عام اور مستقل الزام	ربا الجاہلیہ کا ابطال	عرف پر حاکم
فتویٰ	عام رہنمائی، سیاق کی رعایت کے ساتھ	حدیثِ ہند	عرف کے سپرد مقدار
قضاء	خاص نزاع کا فیصلہ	حدیثِ حوائط و ماشیہ	عرفِ حفاظت پر مبنی
امامت	مصلحتِ عامہ کی تدبیر	ترکِ تعمیرِ کعبہ	سیاقِ معاشرت کے تابع
غیر تشریعی رائے	دنیاوی تجربہ و معاش	تأبیرِ نخل	عرف و تجربے پر موقوف

جدول 3: تصرفاتِ نبوی کی درجہ بندی اور منتخب احادیث پر اس کا انطباق (مصنف کی اپنی تدوین)

یہاں ایک اہم احتیاط لازم ہے۔ اس درجہ بندی کو بے قید طور پر استعمال کرنے سے ہر ناپسندیدہ حکم کو سیاق کے نام پر ساقط کر دینے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ قرافی خود اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کسی قول کی حیثیت کے تعین کے لیے قرائنِ احوال درکار ہیں، اور ابو الفضل نے اسی خطرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے متنبہ کیا ہے کہ متن کی تعبیر میں مفسر کی من مانی کو اتھارٹی کا نام دینا شرعی اتھارٹی کو آمرانہ بنا دیتا ہے۔[56] اس کا حل یہ ہے کہ ہر درجہ بندی کے ساتھ متن کے قرائن، صحابہ کے فہم اور مقاصدِ شریعت کا تعامل ملحوظ رکھا جائے۔

---

[50] مسلم، صحیح مسلم، حدیث 2363۔

[51] نووی، المنہاج، کتاب الفضائل، شرح حدیث 2363۔

[52] شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی، الفروق، تحقیق: محمد احمد سراج و علی جمعہ (قاہرہ: دار السلام، 2001ء)، الفرق السادس والثلاثون۔

[53] قرافی، الاحکام، تصرفاتِ نبوی کی اقسام کی بحث۔

[54] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ۔

[55] محمد الطاہر ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، تحقیق: محمد الطاہر المیساوی (عمان: دار النفائس، 2001ء)، تصرفاتِ رسول کی اقسام سے متعلق مبحث۔

[56] See Abou El Fadl, Speaking in God’s Name, the chapters on authoritarian readings and the retrieval of authorial intent.

کیا مسئلے میں نصِ صریح یا حدِ شرعی موجود ہے؟	←	ہاں: نص کی پابندی لازم، عرف حاکم نہیں
نص موجود نہیں یا محض مقدار و کیفیت کا حوالہ ہے	←	عرف کے ذریعے تعین، بالمعروف کا اعتبار
کیا عرف مطرد یا غالب ہے اور عقد کے وقت موجود تھا؟	←	نہیں: عرف کا اعتبار ساقط
کیا عرف مقاصدِ شریعت (عدل، رفع حرج) سے ہم آہنگ ہے؟	←	ہاں: عرفِ صحیح، اور نہیں: عرفِ فاسد

تصویر 1: عرف کے اعتبار کے فقہی فیصلے کا منہجی خاکہ (مصنف کی اپنی تدوین)

فقہی قواعد اور مکاتبِ فقہ کا رویہ

قواعدِ عرف اور ان کے ضوابط

فقہی قواعد میں العادۃ محکمۃ کو پانچ کلی قواعد میں شمار کیا جاتا ہے، اور مجلۃ الاحکام العدلیہ نے اسے مادہ 36 میں اور «لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الازمان» کو مادہ 39 میں صراحت سے درج کیا ہے۔[5857] کمالی کے بیان کے مطابق عرف کے معتبر ہونے کے لیے چار شرطیں ہیں: وہ مطرد یا غالب ہو، عقد کے وقت موجود ہو، نصِ شرعی کے خلاف نہ ہو، اور عاقدین نے اس کے خلاف صراحت نہ کی ہو۔[59] یہ شرائط بتاتی ہیں کہ عرف کو شریعت پر حاکم نہیں بلکہ شریعت کے دائرے کے اندر ایک مفسر اور مقدار کنندہ کا مقام حاصل ہے۔

مذاہب کا تقابلی رویہ

حنفی مذہب میں عرف کو سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ استدلال کا مقام ملا ہے اور ابن عابدین نے اس پر مستقل رسالہ لکھا۔[60] تاہم اس میں بھی اختلاف ہے۔ ربوی اجناس میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا موقف یہ ہے کہ جس شے کو نصِ نبوی نے کیلی یا وزنی قرار دیا وہ ہمیشہ اسی حیثیت پر رہتی ہے، جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک عرف کی تبدیلی سے یہ حیثیت بدل سکتی ہے۔[6261] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نص اور عرف کی باہمی نسبت ایک ہی مذہب کے اندر بھی اجتہادی نزاع کا موضوع رہی ہے۔ مالکیہ نے عملِ اہلِ مدینہ کو اپنی اصولی ساخت میں ایک مستقل اور عرفی بنیاد کے طور پر برتا،[63] جبکہ شافعی کا قدیم و جدید قول، یعنی عراق کے قدیم موقف اور مصر منتقل ہونے کے بعد کے جدید

---

[57] زین الدین ابن نجیم، الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999ء)، القاعدۃ الخامسۃ: العادۃ محکمۃ۔

[58] The Mejelle: Being an English Translation of Majallah el-Ahkam-i-Adliya and a Complete Code on Islamic Law, trans. C. R. Tyser, D. G. Demetriades, and Ismail Haqqi Effendi (Nicosia: Cyprus Printing and Publishing, 1901), arts. 36 and 39.

[59] Kamali, Principles of Islamic Jurisprudence, the chapter on custom (ʿurf), conditions of validity.

[60] ابن عابدین، نشر العرف۔

[61] علاء الدین ابوبکر کاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1986ء)، کتاب البیوع، ربا کی علت اور اس میں کیل و وزن کی بحث۔

[62] ابن عابدین، نشر العرف۔

[63] See Dutton, Origins of Islamic Law, the chapters on Madinan ʿamal.

موقف میں فرق، عام طور پر معاشرتی احوال کی تبدیلی کے اثر کی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔[64] حنابلہ میں ابن قیم نے اعلام الموقعین میں مستقل فصل قائم کی کہ فتویٰ زمانوں، مقامات، احوال، نیتوں اور عوائد کی تبدیلی کے ساتھ بدلتا اور مختلف ہوتا ہے،[65] اور شاطبی نے عوائد کو شرعی استدلال میں ناگزیر اعتبار کا مقام دیا۔[66]

تاریخی ارتقاء کا اجمالی خاکہ

دور / سن	اہم پیش رفت
عہدِ نبوی (610–632ء)	اقرار، تعدیل اور ابطال کے نبوی نمونے؛ حدیثِ ہند اور مکیالِ مدینہ
عہدِ صحابہؓ	حضرت معاویہؓ کا دو مد گندم کا اجتہاد اور حضرت ابو سعیدؓ کا اختلاف (مسلم 985)
دورِ ائمہ (دوسری صدی ہجری)	احناف کا عرف سے استدلال، مالکیہ کا عملِ اہلِ مدینہ، شافعی کا قدیم و جدید قول
دورِ تدوین و تنقیح (پانچویں تا آٹھویں صدی ہجری)	کاسانی، قرافی، ابن قیم اور شاطبی کے ہاں عرف اور فتویٰ کی تبدیلی کا باقاعدہ نظریہ
عثمانی دور (1869–1876ء)	مجلۃ الاحکام العدلیہ میں عرف کے قواعد کی تدوین؛ ابن عابدین کا نشر العرف
معاصر دور	ابن عاشور کے ہاں مقاصد کی روشنی میں تصرفاتِ نبوی کی تقسیم؛ قرضاوی کے ہاں شریعت کی وسعت و لچک کے عوامل

جدول 4: عرف کے فقہی نظریے کا تاریخی تسلسل (مصنف کی اپنی تدوین)

معاصر اطلاق: عرف، مقاصد اور اجتہاد

ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے شریعت کی وسعت اور لچک کے عوامل میں عرف اور تغیرِ احوال کو ایک ایسا بنیادی عنصر قرار دیا ہے جو اجتہاد کو اس کے دائرۂ کار میں رکھتا ہے،[67] اور مفتی محمد تقی عثمانی نے اصول الافتاء میں واضح کیا ہے کہ مفتی پر لازم ہے کہ وہ عرفی احکام اور منصوص احکام میں تمییز کرے، کیونکہ عرف پر مبنی فتویٰ عرف بدلنے سے بدلتا ہے جبکہ نصِ قطعی پر مبنی حکم نہیں۔[68] علامہ محمد اقبال نے اجتہاد کو اسلام کی ساخت میں حرکت کا اصول قرار دیا اور اس کی نظری

---

[64] See Wael B. Hallaq, A History of Islamic Legal Theories: An Introduction to Sunnī Uṣūl al-Fiqh (Cambridge: Cambridge University Press, 1997), the chapters on the formation of the schools and the Shāfiʿī legal theory.

[65] ابن قیم الجوزیۃ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، تحقیق: طہ عبد الرؤوف سعد (بیروت: دار الجیل، 1973ء)، فصل فی تغیر الفتوی واختلافہا بحسب تغیر الازمنۃ والامکنۃ والاحوال والنیات والعوائد۔

[66] ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، الموافقات، تحقیق: مشہور بن حسن آل سلمان (الخبر: دار ابن عفان، 1997ء)، عوائد جاریہ کے اعتبار سے متعلق مبحث۔

[67] یوسف القرضاوی، عوامل السعۃ والمرونۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ (قاہرہ: دار الصحوۃ، 1985ء)، عرف اور تغیرِ احوال سے متعلق ابواب۔

[68] محمد تقی عثمانی، اصول الافتاء و آدابہ (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، س ن)، عرف کے اعتبار سے متعلق مبحث۔

بنیاد یہ رکھی کہ جامد فقہ تغیر پذیر معاشروں کی رہنمائی نہیں کر سکتی،[69] جبکہ فضل الرحمن نے اسے سنتِ جاریہ (living Sunna) کے تصور سے جوڑ کر وضاحت کی کہ نبوی سنت کے اطلاق کا تسلسل خود ایک تاریخی عمل ہے۔[70]

اس تناظر میں چند عملی میدان قابلِ ذکر ہیں۔ پہلا، ازدواجی حقوق: نفقہ اور مہر مثل کی تعیین میں متعلقہ معاشرے کے معیارِ زندگی کا اعتبار حدیثِ ہند کے اصول کی توسیع ہے۔ دوسرا، تجارتی معاہدات: تجارتی عرف مثلاً کھاتوں، رسیدوں اور ڈیجیٹل لین دین میں مروجہ شرائط کو عقد کا حصہ سمجھنا «المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً» کے قاعدے سے ہم آہنگ ہے، بشرطیکہ وہ ربا اور غرر جیسی ممنوعات سے خالی ہوں۔[71] تیسرا، زکوٰۃ و صدقات کا حساب: صاع و مد اور نصاب کی جدید اکائیوں میں تحویل اور قیمت کی ادائیگی، جس کی اصولی بنیاد صدقۂ فطر کے مباحث میں گزر چکی۔ چوتھا، فتویٰ کا ادارہ جاتی نظام، جس میں عرف کی تحقیق اہلِ فن کی مدد سے اور نص، عرف اور مقصد کے مدارج کی رعایت کے ساتھ ہونی چاہیے۔[72]

نتائجِ تحقیق

تحقیق سے حسبِ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ اول، نبوی تشریعی خطاب عرف کے ساتھ تین واضح رویوں، یعنی اقرار، تعدیل اور ابطال کی صورت میں متعامل رہا ہے، اور یہی تثلیث اس مفروضے کی نفی کرتی ہے کہ احادیثِ احکام محض بعد کی فقہی عملیات کا اسقاط ہیں۔ دوم، حدیثِ ہند، مکیالِ مدینہ، صدقۃ الفطر اور حوائط و ماشیہ جیسی روایات میں مقدار و کیفیت کی تعیین معاشرتی معیار کے سپرد کی گئی ہے، اس لیے ان کے احکام کی روح ان کے سیاق سے وابستہ ہے۔ سوم، تصرفاتِ نبوی کی درجہ بندی ثابت اور متغیر کے مابین امتیاز کا معتبر آلہ ہے، بشرطیکہ قرائن، فہمِ صحابہ اور مقاصد کی نگرانی رہے۔ چہارم، عرف شریعت کا حاکم نہیں بلکہ مفسر اور مقدار کنندہ ہے، اور عرفِ فاسد کا ابطال خود نبوی طرزِ عمل سے ثابت ہے۔

خلاصہ بحث

زیرِ نظر مقالے میں عرف، معاشرتی سیاق اور نبوی تشریعی خطاب کے باہمی رشتے کو منتخب احادیث کے ذریعے واضح کیا گیا۔ ثابت ہوا کہ اسلامی قانون نہ تاریخ سے بے نیاز جامد مجموعہ ہے اور نہ محض معاشرتی رسوم کا عکس، بلکہ ایک متوازن نظام ہے جس میں وحی اعراف کو مقاصد کے معیار پر پرکھتی ہے۔ یہی منہج جمود اور من مانی تجدد، دونوں سے بچا کر فتویٰ اور قانون سازی میں ثابت اور متغیر کے مابین توازن قائم کرتا ہے۔

کتابیات (Bibliography)

القرآن الکریم۔
ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ
ابن عابدین، محمد امین۔ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف۔ مشمولہ: مجموعۃ رسائل ابن عابدین۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن۔
ابن عابدین، محمد امین۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ بیروت: دار الفکر، 1992ء۔

[69] Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, ed. M. Saeed Sheikh (Lahore: Institute of Islamic Culture, 1986), Lecture 6, “The Principle of Movement in the Structure of Islam”.

[70] See Rahman, Islamic Methodology in History, the chapters on the Sunna and the “living tradition”.

[71] The Mejelle, arts. 36–45.

[72] See Wael B. Hallaq, Sharīʿa: Theory, Practice, Transformations (Cambridge: Cambridge University Press, 2009), the chapters on the transformations of the legal system in the modern period.

ابن عاشور، محمد الطاہر۔ مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ۔ تحقیق: محمد الطاہر المیساوی۔ عمان: دار النفائس، 2001ء۔
ابن قیم الجوزیۃ۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ تحقیق: طہ عبد الرؤوف سعد۔ بیروت: دار الجیل، 1973ء۔
ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی۔ سنن ابن ماجہ۔ تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی۔ قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیۃ، س ن۔
ابن نجیم، زین الدین۔ الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999ء۔
ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ تفسیر القرآن العظیم۔ تحقیق: سامی بن محمد سلامہ۔ ریاض: دار طیبۃ، 1999ء۔
ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی۔ سنن ابی داؤد۔ تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید۔ بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س ن۔
بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ
شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ۔ الموافقات۔ تحقیق: مشہور بن حسن آل سلمان۔ الخبر: دار ابن عفان، 1997ء۔
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ حجۃ اللہ البالغۃ۔ تحقیق: سید سابق۔ بیروت: دار الجیل، 2005ء۔
شفیع، محمد۔ معارف القرآن۔ کراچی: مکتبہ معارف القرآن، س ن۔
شوکانی، محمد بن علی۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔ قاہرہ: دار الحدیث، 1993ء۔
عثمانی، محمد تقی۔ اصول الافتاء و آدابہ۔ کراچی: مکتبہ معارف القرآن، س ن۔
قرافی، شہاب الدین احمد بن ادریس۔ الاحکام فی تمییز الفتاوی عن الاحکام و تصرفات القاضی والامام۔ تحقیق: عبد الفتاح ابو غدہ۔ بیروت: دار البشائر الاسلامیۃ، 1995ء۔
قرافی، شہاب الدین احمد بن ادریس۔ الفروق۔ تحقیق: محمد احمد سراج و علی جمعہ۔ قاہرہ: دار السلام، 2001ء۔
القرضاوی، یوسف۔ عوامل السعۃ والمرونۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ۔ قاہرہ: دار الصحوۃ، 1985ء۔
قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد۔ الجامع لاحکام القرآن۔ تحقیق: احمد البردونی و ابراہیم اطفیش۔ قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964ء۔
مرغینانی، برہان الدین علی بن ابی بکر۔ الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن۔
مسلم بن حجاج نیشاپوری۔ صحیح مسلم۔ تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن۔
مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، س ن۔
نووی، یحییٰ بن شرف۔ المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1392ھ
کاسانی، علاء الدین ابوبکر۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1986ء۔
Abou El Fadl, Khaled. Speaking in God’s Name: Islamic Law, Authority and Women. Oxford: Oneworld, 2001.
Azami, Muhammad Mustafa. On Schacht’s Origins of Muhammadan Jurisprudence. Riyadh: King Saud University, 1985.
Brown, Jonathan A. C. Hadith: Muhammad’s Legacy in the Medieval and Modern World. Oxford: Oneworld, 2009.
Dutton, Yasin. The Origins of Islamic Law: The Qurʾan, the Muwaṭṭaʾ and Madinan ʿAmal. Richmond, UK: Curzon Press, 1999.
Goldziher, Ignaz. Muslim Studies. Edited by S. M. Stern. Translated by C. R. Barber and S. M. Stern. 2 vols. London: George Allen & Unwin, 1967–71.
Hallaq, Wael B. A History of Islamic Legal Theories: An Introduction to Sunnī Uṣūl al-Fiqh. Cambridge: Cambridge University Press, 1997.
Hallaq, Wael B. Sharīʿa: Theory, Practice, Transformations. Cambridge: Cambridge University Press, 2009.
Ibn Khaldūn. The Muqaddimah: An Introduction to History. Translated by Franz Rosenthal. 2nd ed. 3 vols. Princeton, NJ: Princeton University Press, 1967.

Iqbal, Muhammad. The Reconstruction of Religious Thought in Islam. Edited by M. Saeed Sheikh. Lahore: Institute of Islamic Culture, 1986.

Johansen, Baber. Contingency in a Sacred Law: Legal and Ethical Norms in the Muslim Fiqh. Leiden: Brill, 1999.

Kamali, Mohammad Hashim. Principles of Islamic Jurisprudence. 3rd ed. Cambridge: Islamic Texts Society, 2003.

Libson, Gideon. "On the Development of Custom as a Source of Law in Islamic Law." Islamic Law and Society 4, no. 2 (1997): 131–55.

The Mejelle: Being an English Translation of Majallah el-Ahkam-i-Adliya and a Complete Code on Islamic Law. Translated by C. R. Tyser, D. G. Demetriades, and Ismail Haqqi Effendi. Nicosia: Cyprus Printing and Publishing, 1901.

Motzki, Harald. The Origins of Islamic Jurisprudence: Meccan Fiqh before the Classical Schools. Translated by Marion H. Katz. Leiden: Brill, 2002.

Rahman, Fazlur. Islamic Methodology in History. Karachi: Central Institute of Islamic Research, 1965.

Schacht, Joseph. The Origins of Muhammadan Jurisprudence. Oxford: Clarendon Press, 1950.